## سوال

(77) مسجد یا مدرسہ میں ایک میاں یا ملا رکھ کر گاؤں کے بچوں کو تعلیم دلانا الخ

## جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مسجد یا مدرسہ میں ایک میاں یا ملا رکھ کر گاؤں کے بچوں کو تعلیم دلائی جاتی ہے، اوران میں صاحبان زکوۃ کے بچے بھی تعلیم پائیں تو کیا یہ جائز ہو گا یا نہیں، درآنحالیکہ زکوۃ دینے والے حضرات میاں یا ملا کی تنخواہ اپنے عشر وزکوۃ کی رقم سے دیتے ہیں۔

---

# الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اصحاب اموال کا اپنے بچوں کو ایسے لوگوں سے تعلیم دلانا جن کو وہ تنخواہ اپنے اموال کی زکوۃ و عشر سے دیتے ہوں درست نہیں۔ ((ھذا ھوالواجح عندی الی ھذا الآن)) ایسے علمائے دین جو اس آیت کے مصداق ہوں۔ اَلَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ، يَحْسَبُهُمُ الآیة یعنی دین کی تعلیم و خدمت کے لیے وقف ہوگئے ہوں، اور فکر معیشت کے لیے وقت نہ نکال سکتے ہوں، ''مساکین'' میں داخل ہیں، بشرطیکہ انہوں نے تعلیم دین کو حصول زر کا پیشہ نہ بنا لیا ہو، ضرورت اور حاجت سے زیادہ نہ لیتے ہوں، اور کسی حالت میں بھی ساعی و سائل نہ بنتے ہوں، ایسے علماء و دعاۃ مد زکوۃ کے بلاشبہ مستحق ہیں، اسی طرح غریب طلبہ علوم دینیہ بھی آیت مذکورہ کی رو سے فقراء و مساکین میں داخل ہیں، اور ضروری ہے کہ اس مد سے ان کی خبر گیری کی جائے، رہ گئے علماء اغنیاء جو سونے چاندی کے نصاب کے مالک ہیں، یا خوشحال و زمیندار ہیں، یا کرایہ کی جائیدادوں کے مالک ہیں، اور قرآن و علوم دینیہ کی ترویج اور دعوت وارشاد ہدایت و تبلیغ یا درس وتدریس میں مصروف و مشغول رہتے ہیں، ان کو زکوۃ دینی اور خود ان کو زکوۃ لینی جائز ہے، یا نہیں؟ اسی طرح مدارس کا اجراء وقیام اور مدرسین و ملازمین کی تنخواہ اس مد سے دینی جائز ہے یا نہیں، سو اس میں اختلاف ہے بعض علماء اہل حدیث اسے جائز و درست کہتے ہیں، ان میں سے بعض نے ان علماء و مدرسین کو ''سبیل اللہ'' میں داخل سمجھا ہے، ان کا خیال ہے کہ سبیل اللہ کے ذریعہ ایک جامع دعا دی مقصد کا دروازہ کھول دیا ہے، جس میں دین وامت کے مصالح کی ساری باتیں آگئیں، مثلاً قرآن اور علوم شرعیہ کہ ترویج واشاعت مدارس کا اجراء وقیام دعاۃ و مباخین کا قیام ارسال ہدایہ وارشاد امت کے تمام مفید مسائل۔

اکثر علماء کے خیال میں سبیل اللہ سے مراد صرف مجاہدین و غزاۃ ہیں۔

((کما قال شمس الائمۃ ابن قدامہ فی الشرح الکبیر علی متن المقنع لاخلاف فی انھم الغزاہ لان سبیل اللہ عند الاطلاق ھو الغزوا نتھیٰ))

علقمہ سید رشید رضا مصری مرحوم نے مخالفت کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

((ھذا غیر صحیح بل سبیل اللہ ھو الطریق الوصل ای موضلة وجنة وھو الاسلام فی جملتہ وأیات الانفاق فی سبیل اللہ تشتمل جمیع انواع المنفقة المشروعة وما ذا یقول فی أیات الصد والاضلال عن سبیل اللہ و لحجرۃ فی سبیل اللہ بل لایصح ان یفسر سبیل اللہ فی أیات القتال نفسھا بالغزو لان القتال ھو الغزو وانما یکون فی سبیل اللہ اذا ارید بہ ان تکون کلمة اللہ ھی العلیاء ودینہ ھو المسبع فی سبیل اللہ فی الایة یعم الغزو والشرعی وغیرہ من مصالح الاسلام بحسب لفظہ العربے ویحتاج التحصیص الیٰ دلیل صحیح انتھیٰ قلت الواجح عندی انھم الغزاۃ خاصہ واف کانت کلمة سبیل اللہ

يحسب لفظها العربے عامة تستمل جميع مصالح الاسلام العامة لكن المراد فى اية مصارف الزكوة فيام ارى والله اعلم بمراد او كلامه الغزاة خاصة والدليل على هذا التخصيص ما روى احمد ومالك وابو داؤد وابن ماجه وغيرهم عن ابى سعيد مرفوعاً لا تحل الصدقة لغنى الا لخمسة لعامل عليها او رجل اشتراها بماله او غارم او غازى فى سبيل الله الخ وعلى هذا فلا يدخل فى سبيل الله الاغنيائُ من اصحاب الدعوة والارشاد والهداية والتبليغ واه فتاء والتدريس وغيرهم من الموظفين فى المدارس الدينية ولا يدخل فيها ايضاً تاسيس المعاهد الدينية وتعميرها واعانتها واقامتها وغير ذالك مما يشبه ))

اور بعض علماء اہل حدیث نے ایسے اصحاب نصاب کو (( عَامِلِیْنَ )) میں داخل سمجھا ہے، ان کا خیال یہ ہے کہ عاملین کو زکوٰۃ کا مصرف ٹھہرانے کی علت بجز اس کے اور کچھ نہیں، ان عاملین نے ایک کام کو جو مصالح سے ہے، انجام دیا ہے۔

(( قال الشوكانى فى حديث ابن سعيد ( عند الشيخين ) دليل على ان عمل الساعى سبب لاستحقاق الاجرة كما ان وصف الفقراء والمسكنة هو السبب فى ذلك واذا كان العمل هو السبب اقتضىٰ قياس قواعد الشرح ان الماخوذ فى مقابلة اجرة ))

اسلامی حکومت کے اور عاملین کو اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر زکوٰۃ کا مصرف نہیں ٹھہرایا ہے، لیکن روایات حدیثیہ سے ثابت ہے کہ عہد نبوت میں جو اشخاص اس قسم کے کاموں کو انجام دیتے تھے، ان کو بھی رسول اللہ ﷺ ان کے کاموں کی اجرت عنایت فرماتے تھے، ابو داؤد میں بریدہ سے مرفوعاً روایت ہے :

(( من استعملنا على انه عمل فرذقنا رزقاً فما اخذ بعد ذلك فهو غلول قال الشوكانى فيه دليل على انه لا يحل للعامل زيادة على ما فرض له من استعمله وان ما اخذه بعد ذالك فهو من الخلول وذالك بناء على انه اجارة ولكنها فاسدة يلزم فيها اُجرة المثل الى اخر ما قال )) ( نيل الاوطار )

پس حکومت اسلامی کے دیگر عاملین مثل قضاۃ وغیرہ بوجہ اشتراک فی العلۃ حکم سعاۃ میں داخل ہیں، اس کے علاوہ عہد خلافت راشدہ میں بھی دیگر عاملین کی اجرت بلکہ خود حاکم کی اجرت مال مسلمین سے دیا جانا ثابت ہے، اور انہی وجوہ سے خلف و سلف کی ایک بڑی جماعت اسی جانب گئی ہے۔

(( قال الطبرى ذهب الجمهور الىٰ جواز اخذ القاضى الاجوة على الحكم لكونه يشتغله الحكم من القيام بمصالحه ( عمدة القارى للعينى ) واحتج ابو عبدية على جواز ذلك بما فرض الله للعاملين على الصدقة جعل لهم حقا منها القيا مهم و سعيهم الىٰ قوله وقال ابن المنذر حديث ابن سعدى حجاز فى جواز ارزاق القضاة من وجوها ( فتح البارى ) وقال القارى فى المرقات فى شرح حديث وغيره جواز اخذ البيقهى من بيت المال على العمل العام وان كان فرضاً كالقضاء والحسبة والتدريس بل يجب على الامام كفاية هولاء ومن فى معناهم فى بيت المال انتهىٰ ( وقال المولوى عبد الحى لكهنوى فى عمدة الرعايت وكل من فرض نفسه بعمل من امور المسلمين يستحق على ذلك رزقاً كالقاضى الخ ))

پس ایسا مدرسہ جو مصالح مسلمین پر مشتمل ہے، اس کے مدرسین کو مد زکوٰۃ سے تنخواہ دینی کیوں درست نہیں، ساتھ ہی اس کے اس زمانہ میں مدارس دینیہ کے قیام و بقا کی جو ضرورت ہے، وہ مخفی نہیں، یہ بھی ظاہر ہے کہ تاوقتیکہ مدرس کی امداد مد زکوٰۃ سے نہ ہوگی۔ کوئی مدرسہ چل نہیں سکتا، پس جب عاملین صدقات کے ساتھ دوسرے عاملین ملحق ہیں، اور عاملین زکوٰۃ کے لیے بحالت ان کے غنی ہونے کے بھی زکوٰۃ سے اجرت لینی درست ہے۔ تو مد زکوٰۃ سے مدرسین کو زکوٰۃ معین و غیر معین دونوں طرح لینا ان کے غنی ہونے کی صورت میں بھی جائز اور درست ہوگا، جیسا کہ حضرت ابو بکر کی تنخواہ کے واقعہ سے ثابت ہے :

(( اخرج ابن سعد عن ميمون قال لما استخلف ابو بكر جعلوا اله الفين فقال زيدولى فان لى عياه و شغلتموفى عن التجارة فزاوده خمس مائة )) ( تاريخ الخلفاء )

علماء حنفیہ کے نزدیک مد زکوٰۃ سے مدرسین و ملازمین مدرسہ کو بصورت ان کے غنی ہونے کے تنخواہ نہیں ادا کی جا سکتی، اور نہ ان کے لیے لینا جائز ہے، وہ کہتے ہیں، زکوٰۃ ایک فریضہ الٰہی ہے جس کی ذمہ داری مالک نصاب پر ہوتی، اور چونکہ وہ حض روزہ نماز کی طرح ایک عبادت ہے، اسی لیے مالک نصاب کو مقررہ شروط و قیوط کا لحاظ رکھتے ہوئے، مال کا ایک معین حصہ اس کے مصارف میں بطور تملیک اس طرح ادا کرنا ضروری ہے، کہ اس کی ادائیگی میں بجز امتثال امر الٰہی شخص مؤدی الیہ سے کسی قسم کی کوئی غرض حصول نفع کی خاطر نہ ہو ( تنویر الابصار ) اس لیے وہ ان لوگوں پر بھی اس کو صرف نہیں کر سکتا کہ جن کے دینے میں حصول نفع کا احتمال ہو۔

(( كما قال فى رد المختار فلا يدفع لاصلله اى وان علا ولفرعه اى وان سفل وكذا الزوجته وزوجها وعبده ومكاتبه لانه بالدفع اليهم لم تنقطع المسقعة عن الملك اى الذكى من كل وجه )) ( رد المختار جلد نمبر ۲ ص ۷۷ )

اور اسی بنا پر اجرت معاوضہ بھی اس کا صرف کرنا جائز نہیں، معلوم ہوا کہ مدرسین کی تنخواہ مد زکوٰۃ سے نہیں ادا کی جا سکتی کہ وہ معاوضہ ہے ان کے عمل کا اور زکوٰۃ میں معاوضہ مقصود نہیں ہوتا، حنفیہ کہتے ہیں کہ عاملین صدقات کے ساتھ اغنیاء مدرسین کو ملحق کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ ان کو جو کچھ ملتا ہے، وہ بطریق عمالہ ہے اور چونکہ یہ عمالہ بقدر کفاف یعنی ان کے اور ان کے اعوان کی ضرورت اور حاجت کے مطابق دیا جاتا ہے، اس لیے اس کو اجرت و معاوضہ سمجھنا غلط ہے، کیونکہ وہ مقدار جو اس کو اور اس کے اعوان کو کافی ہو سکے، وہ مجہول اور غیر معلوم ہو، اور احد العوضین کی جہالت و جواز اجارہ سے مانع ہے، پس معلوم ہوا کہ عامل صدقہ کا استحقاق بطور اجرت و معاوضہ کے نہیں ہے، بلکہ بطریق کفایہ ہے، بنا بریں مدرسین و

ملازمین مدرسہ کو عاملین صدقات کے ساتھ ملحق کرنا غلط ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ دیگر عاملین کے عمالہ سے جوان کو بیت المال سے ملتا ہے، مدرسین کے مدزکوۃ سے تنخواہ دینے کے جواز پر استدلال صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ بیت المال دراصل اسلامی خزانہ کا نام ہے، جس کے مختلف شعبے ہوتے تھے، اور ہر شعبے کے مصارف جداگانہ ہوتے ہیں، مثلاً ایک شعبہ بیت الخمس کا تھا، جس میں جنس غنائم وغیرہ جمع ہوتے تھے، اوراس کو آیت : وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم الخ کے تحت صرف کیا جاتا تھا، دوسرا شعبہ بیت الصدقات تھا جس میں عشر وزکوۃ فطرہ کے اموال جمع ہوتے تھے، اوراس کو مصارف مفاوضہ ثمانیہ میں صرف کیا جاتا تھا، تیسرا شعبہ خراج الارض والجزیہ تھا، جس میں زمینوں کا خراج اور جزیہ وغیرہ کا مال جمع رہتا۔ اس شعبہ سے قاضی مفتی اور علماء کرام کو بقدر کفاف ملتا تھا، چوتھا شعبہ لاوارث لوگوں کے ترکہ اور لقطات کا تھا، جس کو ضوائع کہتے ہیں، اس سے عام مصالح مسلمین میں امداد ملتی تھی (عالمگیری) پس یہ ثابت کر کے علماء وقضاۃ اور عمال کو بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی، یہ ثابت کرنا مدزکوۃ سے مدرسین تنخواہیں پا سکتے ہیں، صحیح نہیں، الی آخرہ۔

**توضیح :** ...ان سب عبارتوں کا جواب قاضی محمد سلیمان منصورپوری کے مضمون میں دیکھئے (سعیدی)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

## فتاوی علمائے حدیث

## جلد 7 ص 178-183

## محدث فتویٰ